ادبی تنقید کی معنوی حیثیت

(عربی ادب کے حوالہ سے)

ڈاکٹر شاہد اسلم قاسمی۔ شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحبہ اجمعین، اما بعد!

ادبی تنقید کا ایک جائزہ:

ادبی تنقید قدیم عربی ادب میں بہت ترقی یافتہ تھی اور عصر عباسی میں جاحظ ابن معتز قدامہ بن جعفر، عبدالقاہر جرجانی اور ابن رشیق جیسے بالغ نظر ناقد پیدا ہوئے مگر عصر عباسی کے آخر میں ادب کے ساتھ تنقید بھی جمود کا شکار ہو گئی اور یہ جمود صدیوں طاری رہا اب نئے ادب میں مغربی تہذیب و افکار نے عربی تنقید کو نئی زندگی بخشی اور جدید مغربی تنقیدی اقدار سے عربی تنقید فکر و فن کے نئے جلوؤں سے آشنا ہوئی اس میں گیرائی اور گہرائی پیدا ہوئی اور فنی اصول کا لحاظ ضروری قرار پایا۔ عربوں نے ادبی تنقید کے بارے میں فرانسیسی اور انگریزی دونوں زبانوں سے کسب فیض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جدید عرب ناقدوں کے گروہ میں دونوں طبقے نظر آتے ہیں۔ ایک طبقہ کی ذہنی ثقافت کا ارتقاء فرانسیسی ادب و تمدن نے کیا ہے اور دوسرے گروہ نے انگریزی ادب و افکار سے اپنے ذہن کو جلا بخشی ہے۔ پہلے طرز کے ناقدوں میں طہٰ حسین، مازنی اور دوسرے ناقد شامل ہیں۔ مؤخر الذکر طبقہ میں عقاد اور احمد امین وغیرہ ہیں جنھوں نے اپنے ذہن کی آبیاری انگریزی ادب کے سرچشموں سے کی ہے۔

عرب ناقدوں کے دو ممتاز گروہ نظر آتے ہیں۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو عملی تنقید میں حصہ لیتے ہیں اور دوسرے ناقد وہ ہیں جو نظریاتی تنقید پر لکھتے ہیں۔ اگر ہم ان ناقدوں

کا تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عربی اپنے اندر تنقیدی فکر وفن کا اعلیٰ نمونہ رکھتی ہے اور اسمیں فرانسیسی وانگریزی دونوں طرز فکر کا حسین امتزاج ہے جن ناقدوں کے عملی تنقید پر وقیع کام ہیں ان میں طٰہٰ حسین، عقاد اور شوقی ضعیف وغیرہ قابل ذکر ہیں جنہوں نے عملی تنقید میں بہت اہم کام کئے ہیں۔ مثلاً طٰہٰ حسین نے متنبی پر "ساعۃ المتنبی" کے نام سے عمدہ تنقیدی مباحث پیش کئے ہیں، اسی طرح انہوں نے "حدیث الاربعاء" میں عباسی شعراء پر وقیع تنقید پیش کئے ہیں، "ادب الجاہلی، اور ذکرابی العلاء المعری" بھی انکی تنقیدی کاوشوں کا نمونہ ہیں۔ عقاد نے عملی تنقید میں ایک اہم کام ابن الرومی پر کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس اہم عباسی شاعر پر عقاد سے قبل اتنا شاندار کام نہ ہوا تھا عقاد نے شاعر کا مطالعہ مختلف حیثیتوں سے کیا ہے اور اس کے فکر وفن کے پوشیدہ گوشوں کو اجاگر کیا ہے۔
احمد امین نے نظریاتی تنقید پر انگریزی وفرانسیسی سے کسب فیض کرکے "النقد الادبی" کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی جس میں تنقید کے اصولوں کو عربی ادب کی مثالوں کے ساتھ پیش کیا۔ یہ پہلا اہم کام ہے کہ جو عربی زبان میں جدید تنقید کے اصولوں کے متعلق پیش کیا گیا۔ سید قطب نے "النقد الادبی" کے عنوان سے ایک وقیع کتاب لکھی جو جدید اصول نقد پر ایک اچھا اور وقیع کام ہے۔ اسی طرح احمد الشائب نے "اصول النقد الادبی" لکھی جس میں بڑے سلیقہ سے عربی تنقید کے اصولوں کے ساتھ اور مغربی نظریات کو بیان کیا ہے مگر ہلال الغنمی نے ان سے بہتر انداز میں دونوں تنقیدوں کے درمیان تطابق وتوافق کا کام انجام دیا ہے۔ سہیر القلماوی نے بھی ادبی تنقید کے اصولوں پر اچھی بحث کی ہے۔
عصر جدید میں بے شمار ناقدوں نے شعر وادب کے مختلف پہلوؤں پر کثرت سے لکھا ہے۔ انہوں نے عرب ادیبوں پر بہت وقیع کام کئے ہیں۔ ان میں اہم شخصیت شوقی ضیف، محمد مندور، بدوی طبانہ اور احمد احمد بدوی کی ہے۔ جنھوں نے عربی ادب میں اپنی تنقیدی کاوشوں سے وقعت وعظمت پیدا کی ہے اور مختلف موضوعات پر گہرے خیالات کا اظہار کیا ہے۔
ڈاکٹر محمد مندور نے "النقد المنہجی عند العرب" لکھ کر ایک اہم تنقیدی کارنامہ انجام

دیا ہے انہوں نے عربی تنقید کے قدیم ذخیرہ کا جائزہ لیکر فکر کے بنیادی دھاروں اور نظریات کے اتحاد و ارتباط کو تلاش کیا ہے جو عرب ناقدوں کے درمیان پایا جاتا تھا۔

ڈاکٹر مندور کا خاص نظریہ یہ ہے کہ عرب ناقد یونانی طرز فکر اور ارسطو کی کتاب الشعر اور کتاب خطابت سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ابن معتز آمدی اور قاضی جرجانی سے تاثر قبول کیا ہے ان کے نزدیک یہی موخرالذکر دو ناقد صحیح معنوں میں عرب ناقد کہلانے کے مستحق ہیں، وہ قدامہ بن جعفر کی تنقیدی کاوشوں کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی تنقیدی کاوشوں کا کوئی اثر عرب ناقدوں نے قبول نہیں کیا۔ ان کا یہ نظریہ تعصب پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تمام عرب ناقدوں نے قدامہ سے تاثر قبول کیا ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے جدید ناقد ڈاکٹر بدوی طبانہ نے قدامہ بن جعفر پر ایک مستقل کتاب "قدامہ بن جعفر والنقد الادبی" کے عنوان سے لکھ کر محمد مندور کے نظریہ کی تردید کی ہے اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تمام عرب ناقدوں نے قدامہ بن جعفر سے کسب فیض کیا ہے۔ ڈاکٹر مندور نے جدید ادب پر کئی کتابیں پیش کی ہیں۔

بدوی طبانہ کی ناقدانہ عظمت ان کی کتاب "النقد الادبی" اور "امراء البیان" میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے مذکورہ دونوں کتابوں میں عربوں کے سرمایہ تنقید کو بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے۔ اور اس پر جا بجا وقیع آراء کا اظہار کیا ہے۔

شوقی ضیف ایک عملی تنقید نگار ہے جس نے دور جدید کے ناقدوں میں اپنی متعدد کتابوں کے ذریعہ امتیازی مقام حاصل کیا ہے شوقی ضیف نے "الفن ومذاہبہ فی النثر" اور "الفن ومذاہبہ فی الشعر" کے نام سے جملہ عرب ادیبوں و شاعروں کے حالات واسالیب بیان پر دو عمدہ کتابیں پیش کی ہیں علاوہ ازیں شوقی پر ایک تنقیدی کتاب "شوقی شاعر العصر الحدیث" کی شکل میں پیش کی جو آج تک اس عظیم شاعر پر واحد اعلیٰ درجہ کی تنقیدی کتاب تصور کی جاتی ہے۔

شوقی ضیف نے جدید ادب پر خاص توجہ کی اور جدید دور کے ادیبوں اور شاعروں پر کئی کتابیں تصنیف کیں "الادب العاصر فی مصر" ان کی ایک عمدہ کوشش ہے۔

اسی طرح "دراسات فی الشعر العربی المعاصر" بھی ان کی تنقیدی عظمت کا ثبوت پیش کرتی ہے جسمیں تمام جدید شعراء یعنی" بارودی سے لیکر" البوربشہ" تک کا مطالعہ تنقید کے آئینے میں کیا گیا ہے اسی طرح شوقی ضیف بھی جدید ناقدوں میں جدید ادب پر تنقیدی کاوشوں کے باعث اپنا ایک الگ مقام پیدا کرلیتے ہیں، عملی تنقید میں جدید ادب پر آج تک کسی ناقد نے اتنا تنقیدی کام انجام نہیں دیا ہے جتنا کہ ہم کو شوقی ضیف کی وقیع کتابوں میں ملتا ہے۔

احمد احمد بدوی نے یوں تو ۲۰۔۲۵ کتابیں لکھی ہیں جو زیادہ تر صلیبی زمانہ کے ادب سے تعلق رکھتی ہیں مگر میں یہاں ان کی ایک اہم تنقیدی کتاب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں یعنی "اسس النقد الادبی عند العرب" کا جو غیر معمولی جد وجہد اور ادبی مصادر کی تحقیق و تفتیش کے بعد مرتب کی گئی ہے اس میں عربی تنقید کے چھوٹے بڑے تمام موضوعات کا احاطہ کرکے ان کو ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، مصنف نے بڑی جان سوزی کی ہے مگر اس میں بادی النظر میں نقص محسوس ہوتا ہے کہ موضوعات تو بے شمار ہیں مگر ان پر بحثیں بہت ہی کم و مختصر ہیں۔ ناقد نے عربی تنقید کے نظریات کا احاطہ اور ایک ہی موضوع پر مختلف آراء کو پیش کرنے اور ان پر بحث و تحلیل کا طریقہ اختیار نہیں کیا ہے پھر بھی کام قابل قدر ہے اور عربی تنقید کی وسعت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔

تنقید ناقدین کے نظر میں؛

تنقید دراصل ایک تخلیق ہے جسمیں وہ سرمایہ فکر وفن بھی موجود ہوتا ہے جو تخلیق نگار نے پیش کیا ہے اور اس پر ناقد اپنے فکر کی روشنی سے اضافہ کرکے اس کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے۔ گویا نور علی نور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے فکر ونظر کے چشمے پھوٹتے ہیں اور ندی، نالوں کو سیراب کرتے ہیں، اس سے ذوق کی تربیت ہوتی ہے فکر کو بلندی ملتی ہے اور ایک ادبی، علمی، تحقیقی اور فکری ماحول وجود میں آتا ہے تنقید کے بارے میں ڈاؤڈن نے یہ نظریہ پیش کیا ہے "میں اس تنقید پر معترض نہیں ہوں جو مخالفانہ انداز کی ہو

بلکہ میں اس تنقید پر بھی معترض ہوں جو نا اہلیت کی حامل ہو، میرا نظریہ یہ ہے کہ صرف فنکار ہی تنقید نگار بننے کا مستحق ہے اس نظریہ سے ادبی تنقید کا دامن تنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر ہم پیشہ یا ایک ہی میدان میں کام کرنے والے کبھی محبت میں اور کبھی دشمنی میں انصاف کا حق ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں ابن سلام نے بڑی عمدہ بات کہی ہے لکھتا ہے کہ تنقید ایک فن ہے جس طرح دوسرے فنون ہیں شعر کی تنقید وہ کر سکتا ہے جس نے اس کو موزوں نہیں کیا ہے۔ جس طرح صرّاف کھرے کھوٹے سکوں کی شناخت کرتا ہے حالانکہ اس نے سکے ڈھالے نہیں ہیں اب اگر کسی سکہ کو صرّاف کھوٹا قرار دیدے تو کیا کسی عام آدمی کا اسکی رائے سے اختلاف بازار میں کوئی قیمت پیدا کر سکتا ہے؟

یہی حال ناقد کا ہے۔ اسی طرح بزاز ہے جو کپڑے کی شناخت میں مہارت رکھتا ہے حالانکہ خود اس نے کپڑا بنایا نہیں ہے۔

ابن سلام نے یہ نظریہ گیارہ سو برس قبل پیش کیا تھا مگر ایک یورپی ناقد لیوس لکھتا ہے کہ: عمدہ استدلال ایک عمدہ عقل رکھنے والا پہچان سکتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں کہ عمدہ کھانے کو صرف عمدہ خانساماں ہی پہچان سکتا ہے۔ شاعر کچھ اس طرز کی چیز ہے کہ اس میں کچھ تو استدلالیت یا عقلیت ہے اور کچھ حصہ کھانے کا سا ہے جسکو دوسرا شخص بھی چکھ کر پہچان سکتا ہے۔ اس سلسلے میں گل برٹ نے صحیح کہا ہے کہ تنقید کا اصل مقصد یہ ہے کہ معروضی اور صحیح طور پر یہ دیکھا جائے کہ ادبی تخلیق خود کیا ہے؟ تنقید ایک فن ہے جو خود فن کی حیثیت سے اظہاریت نہیں چاہتا بلکہ خالص تاثر پیدا کرنا اسکا مقصد ہے تنقید خود اپنے راز ظاہر کرنا چاہتی ہے نہ کہ دوسروں کے اس سلسلے میں ایک دوسرا ناقد لکھتا ہے کہ تنقید ذہانت کا ماحول پیدا کرتی ہے، تنقید ذہن انسانی کو ایک عمدہ آلۂ کار بناتی ہے۔ تخلیق خود ایک فن ہے کیا وہ ایک دوسرے فن سے یعنی تنقید سے متاثر ہو سکتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ہر فن دوسرے متعلقہ فنون سے تاثر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تنقید ایک آزادئ فکر کا حامل فن ہے جو انسان کو آزادئ رائے کی تعلیم دیتا اور اس کے حوصلوں کو بڑھاتا ہے۔

کلیم الدین احمد تنقید کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ "مصنف کے مقصد کو سمجھنا اس کے کارناموں کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا پھر یہ دیکھنا کہ حصول میں اسے کہاں تک کامیابی ہوئی ہے"

پروفیسر عبدالعلیم نے تنقید کے موضوع پر نہایت عالمانہ رائے دی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ادبی تنقید کا مقصد یہ ہے کہ ادب کو پڑھنے والوں کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے" جو ادب سنجیدہ پڑھنے والوں کو اپنا مخاطب بنانا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانی زندگی کی کشمکش کی تصویر کھینچے، جہاں تک ممکن ہو پڑھنے والوں کے تجربات اور مشاغل سے لگاؤ پیدا کرے تاکہ انسانی ماحول کا مکمل خاکہ سامنے آسکے۔ ناقد کا فرض ہے کہ وہ ادبی کارناموں کو اس معیار سے جانچے ۔ ۔ ۔ تنقید نہ صرف پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے بلکہ خود مصنف کے لئے بھی اہم ہے۔

آرنلڈ نے صحیح کہا ہے کہ تنقید اپنے دور کا اعلیٰ سطح کا ذہنی ماحول تخلیق کرتی ہے یہ تنقید کا کرشمہ ہے کہ وہ ذہن کو فکر وفن کا زبردست آلہ کار بنا دیتی ہے یہ ذہنی خیالات وافکار کا آلہ ہے۔ اگر کسی قوم یا فرد کا ذہن غیر ترقی یافتہ ہو تو تنقیدی کاوشیں۔ اس کی تربیت کے لئے فانوس حیات ثابت ہونگی۔

بعض ناقدوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ تنقید ایک فن ہے جس کا مقصد خود تنقید ہے تنقید ایک ضمنی مشق ہے۔ یہ تصور دراصل تاثر بھی ہے اور اظہار رائے بھی اور فنکار کے افکار پر اضافہ بھی ہے۔ ناقد اپنے نقطۂ نظر سے کچھ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

برکلے نے تنقید کی تعریف میں بڑی عمدہ بات لکھی ہے کہ میں وہ کہتا ہوں جو میں سوچتا ہوں اور جو میں محسوس کرتا ہوں میں اشیاء سے بغیر تاثر قبول کئے نہیں رہ سکتا اور میرے اندر اتنی جرأت بھی ہے کہ میں اشیاء و امور کے بارے میں یہ اعلان کرسکوں کہ وہ کیا ہیں۔

تنقید اس انداز سے ہونی چاہیئے کہ قاری کے سامنے ناقد ہر وقت موجود رہے اس کی بحثوں میں یہ بات ظاہر ہونی چاہیئے کہ کن بنیادوں پر وہ کسی تخلیق کو ناقص یا باعث

تنقید تصور کرتا ہے اس کے اصول ظاہر ہونے لازم ہیں خواہ وہ خود ظاہر نہ ہو۔ ادبی تنقید میں موجودہ رجحان یہ ہے کہ تنقید کا فرض ہے کہ وہ عوام کو اچھے مذاق کے لئے تیار کرے۔ نظریاتی طور پر ناقد کو تعمیری ذہن اور عمدہ مذاق کا حامل ہونا چاہیئے۔

تنقید اعلیٰ انسانی قدروں کی ترجمانی بھی ہے انسانی زندگی مختلف منازل و مراحل سے گزرتی ہے فنکار ان کی ترجمانی کرتا ہے اور ناقد اس ترجمانی کو ان پیمانوں سے ناپتا ہے جن سے انسانیت، اخلاق اور اعلیٰ کرداروں کو فروغ حاصل ہو۔ نہ فن بذات خود مقصود ہے اور نہ تنقید بلکہ دونوں کا مقصد انسانیت کی چمن بندی ہے۔ اخلاقی عظمت سے زندگی کو منور کرنا زندگی کی خامیوں کی نشان دہی کرنا اور فنی انداز سے گرے ہوئے انسان کو اٹھانا ان کو پست مقاصد سے نکال کر اعلیٰ قدروں سے روشناس کرانا۔ غریب اور پسے ہوئے انسانوں کی بھرپور ترجمانی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ وہ ہر ملک و ہر نظام حیات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ایک فرانسیسی ناقد (SAINTE-BOVE) سینٹ بیو، تنقید کو ایک پوشیدہ طور کی شاعری قرار دیتا ہے۔ تنقید عمداً کسی بات کو سامنے لانا اور مستقل تخلیق کا نام ہے۔

تنقید تاریخ کے آئینے میں

پہلی صدی: پہلی صدی ہجری میں نقد کے مفہوم میں کچھ وسعت آئی لفظ، معنی، وزن اخلاق اور سیاست شعر کے تمام عناصر نقد میں شامل ہو گئے، قوت کلام کے لحاظ سے شعراء کے طبقات مقرر کیئے گئے، عہد جاہلی کے نقد کا مدار ذوق پر تھا، ظہور اسلام کے بعد نقد میں وسعت پیدا ہوئی، شعراء کے باہم موازنے ہونے لگے، جو نقد جاہلی کے مقابلہ میں ایک طرح کی ترقی ہے، اس دور کے اہم شعراء کے نام یہ ہیں:

جریر، فرزدق، اخطل، جمیل اور عمر بن ابی ربیعہ۔

اسی صدی میں فنی نقد کے ساتھ ساتھ لغوی اور نحوی نقد بھی پیدا ہوا، اس کی نشوونما میں اہل لغت اور اہل نحو نے حصہ لیا۔ یہ علمائے لغت اور نحو خاص طور سے بصرہ اور کوفہ سے

تعلق رکھتے تھے۔

نقد کے ذیل میں شاعر کے ماحول اور شخصیت سے بھی بحث کی جاتی ہے اور شعر کی ہیئت اور اسلوب سے بھی۔ اس طرح نقد کا دامن وسیع ہوا۔

جاہلیت کے طبقہ اولیٰ میں عدی بن زید شعرائے "ریف" میں اسی وجہ سے شمار کیا جاتا ہے کہ شہری اثرات نے اس کے کلام کو کمزور بنا دیا تھا، اس میں بداوت باقی نہیں رہی تھی اور شہری زندگی کے ماحول اور اس کے اثرات نے اسکی شاعری میں حضارت پیدا کر دی تھی۔

دوسری صدی ہجری : دوسری صدی ہجری میں شعرائے محدثین کا گروہ تیار ہوا اس طبقہ مولدین نے قدیم عربی شاعری کے عناصر کھنڈرات کا ذکر کسی ٹیلے کے قریب جاکر گذشتہ یادوں کو تازہ کرنا، دیار محبوب کا تذکرہ، تالاب اور پانی کے چشموں کا بیان اور ان کے قدرتی مناظر کی تصویر کشی وغیرہ ترک کر دیئے اور ان کے بجائے رند و سرمستی ، مے و مینا اور الحاد کے مضامین کو موضوع سخن بنایا، اس گروہ کا سرخیل "ابو نواس" تھا۔

اس صدی میں محدثین نے اپنا الگ راستہ تلاش کیا، انھوں نے قدیم بدوی محاورے چھوڑ دیئے اور بداوت کے بجائے حضارت کو موضوع بنایا۔ اس کا اثر الفاظ، معانی، وزن اور شعر کی ساخت اور اس کی پوری ہیئت میں ہوا، ان شعراء نے تمثیل نگاری کے بجائے غنائی شاعری اور تغزل کو اپنا شعار بنایا، اسی صدی میں قدیم اور جدید شاعری میں موازنے کرنے والے ناقدین ابھرے۔ قدیم سے مراد جاہلیت اور صدر اسلام کی شاعری ہے جسیں یہ ناقدین قدیم کو نمونہ بنائے ہیں، نیا دور زندگی کے تقاضوں کے ساتھ چلتا ہے نقد نے قدیم سے جو ورثہ پایا تھا اس دور میں اس کی ترقی ہوئی یہ حالت تیسری صدی ہجری تک باقی رہی۔

دوسری صدی ہجری میں سکینہ بنت حسین کی مجالس انتقاد بھی بہت اہمیت رکھتی ہیں خاندان بنی حکم کے عہد میں سیدہ سکینہ دختر شہید کربلا، نہایت نامور اور ممتاز خاتون گذری ہیں ان کا مکان شعراء و ادباء، علماء اور اصحاب کمال کا مرکز بنا ہوا تھا، اس میں علمی محفلیں اور تنقیدی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔

تیسری صدی ہجری: تیسری صدی ہجری نقد اور عربی شاعری کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس صدی میں جہاں بڑے بڑے شعراء پیدا ہوئے وہاں عربی اصول نقد کو بھی مدون کیا گیا شعراء میں ابوتمام، البحتری نے جدید شعر کی خصوصیات اور اس کے عیوب سے واقفیت حاصل کی، نقد قدیم نے وسعت اور ہمہ گیری کے اعتبار سے اس صدی میں بڑی ترقی کی۔ اس صدی میں تقریباً ہر بڑے ادیب نے فن تنقید میں انفرادیت حاصل کی انکو قدیم عربی ادب پر عبور کے ساتھ ساتھ جدید ادب میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی، اور انہوں نے ادب کو فطری جمال اور اسلوب سے ہم آہنگ کیا۔ اس سے ان کا ذوق صحیح، پاکیزہ، لطیف اور مہذب ہو گیا۔ اس صدی میں اعلیٰ تنقید اور احکام نقد پر کتابیں لکھی گئیں، ان میں سے بعض کا نام یہ ہیں۔ ابوعبیدہ کی "مثالب العرب" محمد بن سلام الجمحی کی "طبقۃ الشعراء الجاہلین والاسلامیین" جاحظ کی کتاب "المحاسن والاضداد" ابن قتیبہ کی "الشعر والشعراء" ابوالعباس ثعلب نحوی کی کتاب "قواعد الشعر" ابوتمام کی "حماسہ" کے بعد البحتری کی "حماسہ" یہ سب کتابیں اس صدی میں معرض وجود میں آئیں۔

اس دور کے نقد کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) اہل لغت (۲) ادیب (۳) وہ علماء جنہوں نے دوسری زبانوں کے ادب کا مطالعہ کیا (۴) وہ علماء جو یونانی منقولات سے زیادہ متاثر ہوئے۔ اس صدی میں شعراء کے طبقات کا باقاعدہ تعین کیا گیا۔

چوتھی صدی ہجری: چوتھی صدی ہجری میں عربی نقد منتہائے عروج کو پہنچ گیا: اس صدی کے نقد میں دقت نظر، بلوغ فکر اور معانی میں گہرائی پائی جاتی ہے۔ تیسری صدی کے ناقدین ادب کے تحلیل و تجزیہ اور ضوابط نقد سے بحث میں اس حد تک نہیں پہنچ سکے تھے جہاں چوتھی صدی کے علماء پہنچے، جس سے عربی شاعری معراج کمال کو پہنچ گئی۔ اسی صدی میں ادب پاروں کا تحلیل و تجزیہ کیا گیا۔ اور انکو اصول نقد کی کسوٹی پر پرکھا گیا، شعر کو منطق فلسفہ اور اصول اخلاق سے وابستہ کرنے کی کوشش کی گئی، اسی صدی میں ناقدین ابوتمام اور بحتری کے درمیان موازنہ اور ان کی شاعری پر بحث و مباحث کرتے تھے، بعد میں یہ تقابلی

جنگ متنبی اور اس کے رقیب ابن المعتز عباسی کے مابین رہی، اس جنگ سے تنقیدی ادب میں اضافہ ہوا چنانچہ آمدی کی کتاب الموازنہ بین الطائیین، قاضی جرجانی کی کتاب "الوساطۃ بین المتنبی وخصومہ" ان ہی واقعات سے متاثر ہوکر لکھی گئی جس میں اس نے متنبی کا ارسطو سے افکار و معانی میں موازنہ کیا ہے اس طرح تنقید نے ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر لی، اور اس کا شمار ایک علیحدہ علم اور ادبی فن میں ہونے لگا۔

چوتھی صدی ہجری میں جن کتابوں نے فن نقد کو فروغ دیا اور اسکو مستقل فن کا درجہ دیا ان میں قدامہ بن جعفر کی "نقد الشعر" اور "نقد النثر"[1] کے نام سر فہرست ہیں۔ قدامہ نے سب سے پہلے عربی اصول نقد کا استخراج کیا اور شاعری کے لئے منطق، فلسفہ اور اصول اخلاق کو شرائط تاسیس قرار دیا۔ انکے بعد ابن عبدربہ کی "العقد الفرید" ابن الندیم کی "الفہرست" وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

اس صدی میں سرقہ شعری کا بھی نقد میں شمار ہونے لگا اس طرح وہ چیزیں جو نقد کی شاخ تھیں نقد میں داخل ہوگئیں۔ اس نے آئندہ کے لئے نقد کا دروازہ کھول دیا۔

چوتھی صدی ہجری کے لٹریچر نے جو ذہنی فضا اور تخلیقی رو پیدا کی وہ گذشتہ صدیوں کی ذہنی فضا اور تخلیقی جوش سے بڑی حد تک مختلف تھی، اس دور کی تنقید نے تہذیبی، علمی، ذہنی افق اور معاشرتی اور نفسیاتی پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے عصری شعور اور احساس کے اظہار کی ذمہ داری پوری کی، تنقیدی تخلیقات کا مطالعہ، شاعری کی حدود کا تعین اور نئے شعور و احساس کے اظہار کی صورت و سیرت کا واضح تصور قائم کرنے میں معاون ثابت ہوا، ناقدین نے ادیب و شاعر کے ما فی الضمیر کو قارئین تک پہنچایا، اس دور میں احساس و تاثر نے بلوغ کی منزل میں قدم رکھا۔ اور ابلاغ کے تقاضوں کا احترام کیا گیا۔ اس صدی میں نقد نے فلسفہ کے ذریعہ فکر میں گہرائی اور بالغ نظری پیدا کی۔

اسکے بعد آنے والی صدیوں میں ادب پر نقد کے ان ہی اصولوں کا اثر پڑا، اس میں علت و معلول کا لحاظ بھی رکھا گیا۔ یہ تنقید، موضوع کی تفسیر کرتی ہے اور اس میں ضابطۂ عالم بننے کی بھی صلاحیت ہے۔ (جاری)

---

[1] اس کتاب کے انتساب کے بارے میں اختلاف ہے آیا یہ کتاب قدامہ کی ہے یا کسی اور کی ہے۔